www.novelsclubb.com
آکاش
حمزہ صدیقی
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

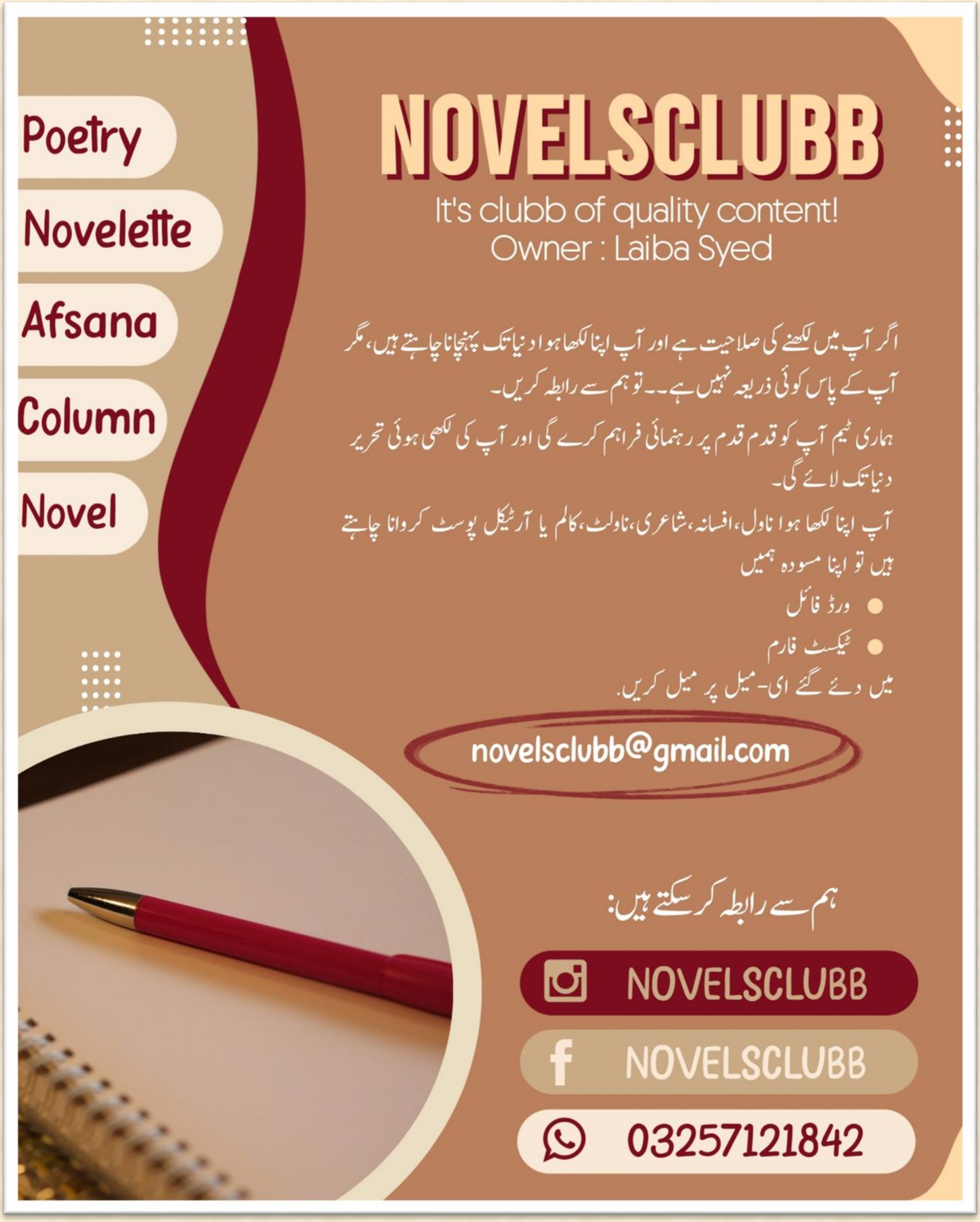
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

آکاش

از قلم

حمزہ صدیقی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"یہ کہانی ہے وقت کے سفر، جدید ٹیکنالوجی اور جرائم کے خلاف ایک انوکھی جنگ کی۔ سال 2126 سے تعلق رکھنے والی ایک پُراسرار لڑکی، وقت کی حدوں کو پار کر کے سو سال پیچھے یعنی سال 2026 میں آ پہنچتی ہے۔ یہاں اس کی ملاقات ایک نوجوان سائنسدان سے ہوتی ہے۔ جب یہ دونوں ملتے ہیں، تو ان کا سامنا معاشرے کے طاقتور اور بھیانک چہروں سے ہوتا ہے—جو انسانی اسمگلنگ اور زائد المیعاد (Expired) ادویات کے مکروہ کاروبار میں ملوث ہیں۔ مستقبل کے علم اور حال کی سائنس کو ملا کر، وہ اس پورے نیٹ ورک کو تباہ کرنے کا مشن شروع کرتے ہیں۔ کیا وہ اس خطرناک مافیا کو شکست دے کر برائی کا خاتمہ کر پائیں گے؟ یا وقت کا یہ کھیل ان دونوں کی زندگیوں کو ہمیشہ کے لیے بدل دے گا؟"

لاہور کی سردیاں ہمیشہ سے ہی اپنے اندر ایک سحر انگیز اداسی اور پر اسرار پن چھپائے رکھتی ہیں، خصوصاً جب دسمبر کی آخری راتیں ڈیفنس کے سنسان اور عریض بنگلوں کے گرد گہری سفید دھند کا لبادہ اوڑھ لیں۔ مال روڈ کی پرانی عمارات ہوں یا ماڈل ٹاؤن کے گھنے درخت، دھند ہر شے کو اپنے حصار میں لے کر جیسے وقت کی رفتار کو آہستہ کر دیتی ہے۔ ایسی ہی ایک یخ بستہ، خاموش رات تھی۔ وقت کا کانٹا بارہ بجا کر آگے نکل چکا تھا، اور باہر سڑکوں پر سوائے اسٹریٹ لائٹس کی زرد مدہم روشنی اور دھند کے تیرتے ہوئے بادلوں کے، دور دور تک کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

فیز ۵ کے ایک عالی شان، دو کنال کے بنگلے کی پہلی منزل پر واقع اسٹڈی روم میں روشنی ابھی تک برقرار تھی۔ یہ گھر ابراہیم صدیقی کا تھا۔ پچیس سالہ ابراہیم صدیقی، جو شکل و صورت سے جتنا سنجیدہ تھا، دماغی صلاحیتوں کے اعتبار سے اتنا ہی غیر معمولی تھا۔ گورے رنگت، گہری سیاہ آنکھیں، اور چہرے پر پھیلی ہلکی سی شیو اس کی شخصیت کو ایک الگ ہی وقار دے رہی تھی۔ اس نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے نیوکلیئر فزکس اور ایڈوانسڈ کوانٹم میکینکس میں ماسٹرز کی ڈگری فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن کے ساتھ حاصل کی تھی۔ اس کی قابلیت ایسی تھی کہ دنیا کی بڑی بڑی ریسرچ لیبارٹریز اسے لاکھوں ڈالرز کے پیکیج کی پیشکش کر رہی تھیں، لیکن ابراہیم کو کسی کی غلامی یا لگی بندھی نوکری پسند نہیں تھی۔

وہ پیدائشی طور پر ایک آزاد پنچھی تھا۔اس آزادی کی سب سے بڑی وجہ اس کا خاندانی پس منظر تھا۔ ابراہیم کے والد، چوہدری عثمان صدیقی، وسطی پنجاب کے ایک بڑے زمیندار تھے جن کی اوکاڑہ اور ساہیوال کے اضلاع میں ہزاروں ایکڑ زرخیز زرعی زمینیں تھیں۔ان زمینوں کے ٹھیکوں، فصلوں کی فروخت اور باغات کی آمدنی سے ہر ماہ لاکھوں روپے ابراہیم کے بینک اکاؤنٹ میں خاموشی سے ٹرانسفر ہو جاتے تھے۔دولت کی اس ریل پیل نے اسے معاشی فکر سے بالکل آزاد کر دیا تھا۔اس کے والدین پچھلے چار سالوں سے مستقل طور پر برطانیہ (لندن) میں مقیم تھے، جہاں ان کا اپنا ایک بڑا کنسٹرکشن بزنس تھا۔انہوں نے ابراہیم کو کئی بار لندن شفٹ ہونے کا کہا، لیکن ابراہیم کو لاہور کی مٹی اور اس بڑے سے بنگلے کی تنہائی سے پیار تھا۔وہ اس دو منزلہ سنسان بنگلے میں بالکل اکیلا رہتا تھا۔ دن بھر کے کام کاج کے لیے ایک خادم "رحمت چاچا" تھے، جو شام سات بجے تک سارا کھانا بنا کر اور صفائی کر کے اپنے کوارٹر میں چلے جاتے تھے، جس کے بعد اس پورے محل نما گھر میں صرف ابراہیم اور اس کی تنہائی ہوتی تھی۔

ابراہیم نے اپنے اس کمرے کو ایک جدید، سیمی-کمرشل سائنسی لیبارٹری میں تبدیل کر رکھا تھا۔ کمرے کی دیواروں کے ساتھ بڑی بڑی بک شیلوز تھیں جن میں البرٹ آئن سٹائن، سٹیفن ہاکنگ، اور نیکولا ٹیسلا اور کئی بڑے سائنسدانوں کی نایاب کتابیں ترتیب سے سجی تھیں۔ایک طرف تین بڑی ایل ای ڈی اسکرینز لگی تھیں جو ایک کسٹم میڈ سپر کمپیوٹر سے جڑی ہوئی تھیں، جن پر مختلف قسم

کے گراف، لینیئر کوڈز اور کائناتی لہروں (Cosmic Waves) کے ڈیٹا پروسیسنگ کے گراف چل رہے تھے۔ ابراہیم کا ماننا تھا کہ وقت (Time) کوئی سیدھی لکیر نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا دریا ہے جس میں موڑ اور بھنور موجود ہیں۔ وہ پچھلے دو سالوں سے "ٹائم ڈائلیشن" اور "اسپیس ٹائم فیبرک" پر اپنی ذاتی ریسرچ کر رہا تھا۔

اس وقت بھی وہ سکن کلر کے وولن سویٹر اور ڈارک بلیو جینز میں ملبوس، کمپیوٹر اسکرین کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں کافی کا ایک بڑا مگ تھا، جس سے ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔ کمرے میں صرف کمپیوٹر کے سی پی یو (CPU) کے پنکھوں کی دھیمی سی سائیں سائیں اور کی بورڈ کی ٹک ٹک کی آواز گونج رہی تھی۔

"اگر ہگز بوسون پارٹیکلز کی فریکوئنسی کو الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کے ساتھ اس مخصوص ظاہر پر میچ کر دیا جائے..." ابراہیم نے اپنے ہونٹوں میں کچھ بڑبڑایا اور کی بورڈ پر ایک لمبی کمانڈ انٹر کی۔

اچانک، اسکرین پر موجود ریڈار گراف نے غیر معمولی برتاؤ شروع کر دیا۔ گراف کی لائنیں جو پہلے متوازی چل رہی تھیں، یکدم اوپر نیچے ہونے لگیں۔ کمرے کی لائٹس دو تین بار زور سے ٹمٹمائیں، جیسے وولٹیج کا کوئی شدید جھٹکا لگا ہو۔ ابراہیم نے چونک کر کافی کا مگ میز پر رکھا۔

"یہ کیا ہے؟ وولٹیج ڈراپ؟ اس علاقے میں تو انڈر گراؤنڈ وائرنگ ہے..." اس نے ابھی سوچا ہی تھا کہ اس کے کانوں میں ایک عجیب سی آواز آئی۔ یہ آواز کسی برقی شارٹ سرکٹ جیسی تھی، لیکن اس

میں ایک دھیمی سی گونج (Humming Sound) بھی شامل تھی، جیسے کوئی بہت بڑا ٹرانسفارمر ہوا میں تحلیل ہو رہا ہو۔

یہ آواز بنگلے کے پچھلے حصے میں واقع کھلے لان سے آئی تھی۔ ابراہیم نے جلدی سے اپنی سیٹ چھوڑی اور قدم بڑھاتا ہوا شیشے کی بڑی بالکونی کے پاس گیا۔ اس نے بھاری پردے ایک طرف ہٹائے اور باہر لان کی طرف دیکھا۔ باہر دھند اتنی گہری تھی کہ کچھ بھی دیکھنا ناممکن تھا، لیکن لان کے عین وسط میں دھند کا رنگ سفید کے بجائے ہلکا نیلا (Neon Blue) ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا، اور وہاں کی ہوا میں ایک عجیب سی لرزش تھی۔

وہ ابھی اس منظر کو سمجھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ پورے گھر کی بجلی یکدم چلی گئی۔ یو پی ایس (UPS) اور جنریٹر بھی خودکار طریقے سے آن نہیں ہوئے۔ سائنسی لیبارٹری کے تمام کمپیوٹرز بلیک آؤٹ ہو گئے۔ پورا بنگلہ گہرے، بھیانک اندھیرے اور موت جیسی خاموشی میں ڈوب گیا۔

ابراہیم کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ ایک سائنسدان ہونے کے ناطے وہ بھوت پریت پر یقین نہیں رکھتا تھا، لیکن اس وقت جو انرجی اس نے محسوس کی تھی، وہ عام نہیں تھی۔ اس نے دراز سے اپنی ایل ای ڈی ٹارچ نکال کر اسے آن کیا اور کسی بھی ناگہانی صورتحال سے نمٹنے کے لیے، الماری سے اپنا نو ایم ایم پستول اٹھا کر پینٹ کی بیلٹ میں اڑسا اور جائزہ لینے کے لیے آگے بڑھا۔ ٹارچ کی تیز سفید روشنی نے اندھیرے کو چاک کیا۔ وہ دبے قدموں کمرے سے باہر نکلا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

لکڑی کی سیڑھیوں پر اس کے بوٹوں کی ہلکی سی آواز بھی اس سناٹے میں واشگاف سنائی دے رہی تھی۔

وہ نیچے لاؤنج میں پہنچا۔ کچن کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے باہر لان میں کھلنے والے شیشے کے دروازے کی طرف دیکھا۔ باہر کی وہ نیلی روشنی اب غائب ہو چکی تھی اور دوبارہ وہی روایتی سفید دھند چھا گئی تھی۔ ابراہیم نے گہرا سانس لیا، اپنے اعصاب کو قابو میں کیا اور لاؤنج کا مین گیٹ کھول کر باہر برآمدے میں آیا۔ یخ بستہ ہوا کے ایک جھونکے نے اس کے چہرے کو چھوا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑ گئی۔

وہ ٹارچ کی روشنی کو گھاس پر پھیلاتا ہوا لان کے اس حصے کی طرف بڑھا جہاں اس نے روشنی دیکھی تھی۔ وہاں پہنچ کر اس نے جو دیکھا، اس نے ابراہیم کے ہوش اڑا دیئے۔

خلافِ توقع وہاں کی گھاس اس طرح جلی ہوئی تھی جیسے کسی نے دائرے کی شکل میں تیز تیزاب پھینک دیا ہو۔ مٹی سے ابھی بھی ہلکا ہلکا دھواں اور اوزون گیس کی مخصوص بو اٹھ رہی تھی۔

"امپاسبل..." ابراہیم نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس جلی ہوئی مٹی کو چھوا۔ مٹی غیر معمولی طور پر گرم تھی۔ "یہ تو کسی شدید تھرمل ڈسچارج کا نتیجہ ہے۔ کیا یہاں کوئی اسمانی بجلی گری ہے؟ نہیں، آسمان تو بالکل صاف تھا..."

ابھی وہ مٹی کا معائنہ کر ہی رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے، بنگلے کے مرکزی دروازے (پورچ) کی طرف سے کسی چیز کے گرنے کی بھاری آواز آئی۔ جیسے کوئی وزنی شے فرش پر آ گری ہو۔

ابراہیم نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔اس نے ٹارچ کی لائٹ پورچ کی طرف گھمائی۔ گھنی دھند کی وجہ سے روشنی زیادہ دور تک نہیں جا رہی تھی، لیکن پورچ کے ستون کے پاس فرش پر اسے ایک سایہ سا دکھائی دیا۔ایک انسانی وجود!

وہ تذبذب اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کھڑا ہوا۔اس نے ٹارچ کو مضبوطی سے پکڑا اور آہستہ آہستہ پورچ کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ہر قدم کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ جیسے ہی وہ پورچ کی روشنی کے دائرے میں پہنچا،ٹارچ کا فوکس اس وجود پر پڑا،اور ابراہیم کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

Clubb of Quality Content

وہاں فرش پر ایک لڑکی اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی!

اس کے لباس نے ابراہیم کو سب سے پہلے چونکایا۔وہ کپڑا عام نہیں تھا۔وہ ایک چمکدار، سلور اور گہرے سرمئی رنگ کا چست سوٹ (One-piece Bodysuit) پہنے ہوئے تھی، جس کا مٹیریل نہ تو چمڑا تھا، نہ ہی کپڑا یا ربر۔وہ کسی دھاتی ریشے (Metallic Fiber) سے بنا ہوا معلوم ہو رہا تھا جو اندھیرے میں بھی ہلکی سی اپنی چمک چھوڑ رہا تھا۔اس سوٹ پر مختلف جگہوں پر باریک باریک الیکٹرانک سرکٹس جیسے ڈیزائن بنے ہوئے تھے، جو اب بجھے ہوئے تھے۔

لڑکی بے ہوش تھی۔ اس کے لمبے، ریشمی سیاہ بال فرش پر بکھرے ہوئے تھے اور اس کا چہرہ ایک طرف مڑا ہوا تھا۔ حمزہ نے آگے بڑھ کر ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ڈالی۔ بلاشبہ وہ بے پناہ خوبصورت تھی، لیکن اس کا چہرہ اس وقت بالکل سفید، زرد پڑ چکا تھا، جیسے جسم میں خون کی ایک بوند بھی نہ ہو۔ اس کی پیشانی پر دائیں طرف ایک گہرا زخم تھا جہاں سے تازہ خون بہہ کر اس کے گال سے ہوتا ہوا فرش پر گر رہا تھا۔

سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اس کے بائیں بازو پر ایک چوڑے کڑے (Bracelet) نما آلہ بندھا ہوا تھا، جس کی چھوٹی سی اسکرین ٹوٹ چکی تھی اور اس میں سے باریک باریک چنگاریاں نکل رہی تھیں، جیسے کوئی فیوز اڑ گیا ہو۔

ابراہیم چند سیکنڈز کے لیے بالکل شل ہو گیا۔ وہ آگے بڑھا اور اس لڑکی کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لڑکی کی گردن کی نبض پر انگلیاں رکھیں۔

نبض چل رہی تھی، لیکن انتہائی سست... اور اس کا جسم برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا تھا۔ اگر اسے فوری طور پر اندر نہ لے جایا گیا تو وہ اس شدید سردی اور خون بہنے کی وجہ سے چند منٹوں میں دم توڑ دیتی۔

ابراہیم نے ارد گرد دیکھا۔ دھند کا راج تھا، پورا محلہ سو رہا تھا۔ اگر وہ پولیس یا ایمبولینس کو فون کرتا، تو اس عجیب و غریب لباس اور جلتی ہوئی مٹی کے سوالات کا جواب دینا اس کے لیے ناممکن ہو جاتا۔ اس

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کی سائنسی جبلت (Scientific Instinct) نے اسے اشارہ کیا کہ اس معاملے کو فلحال خفیہ رکھنا ہی بہتر ہے۔

اس نے ٹارچ کو ایک طرف رکھا، اور جھک کر اس لڑکی کو اپنی باہوں میں اٹھالیا۔ لڑکی کا وزن اس کے لباس کے باوجود حیرت انگیز طور پر بہت کم محسوس ہوا۔ ابراہیم اسے اٹھا کر جلدی سے بنگلے کے اندر لایا، لاؤنج کا بھاری دروازہ پیر سے دھکیل کر بند کیا اور لاک لگا دیا۔

اب وہ اس اجنبی، پراسرار لڑکی کے ساتھ اپنے ہی گھر میں اکیلا تھا، اور اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ رات اس کی زندگی کو کس بھیانک اور سنسنی خیز موڑ پر لے جانے والی تھی۔

ابراہیم صدیقی نے اس پراسرار لڑکی کو بانہوں میں اٹھائے، اندھیرے میں ڈوبے ہوئے لاؤنج کو پار کیا۔ اس کے مضبوط اعصاب نے اسے اس اچانک افتاد پر گھبرانے نہیں دیا تھا۔ وہ اسے پہلی منزل پر واقع اپنے لیبارٹری نما اسٹڈی روم میں بھی لے جا سکتا تھا، لیکن وہاں کی حساس برقی مشینیں، تہیں مارتے ہوئے کمپیوٹرز اور بکھرے ہوئے آلات کسی بھی ہوش میں آنے والے شخص کے لیے خوف کا باعث بن سکتے تھے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ لڑکی کو گراؤنڈ فلور پر واقع مہمان خانے (Guest Room) میں منتقل کیا جائے، جو نسبتاً پرسکون اور محفوظ تھا۔

گیسٹ روم کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ ٹارچ کی روشنی کو ایک میز پر سیٹ کیا، جس سے پورے کمرے میں ایک مدھم سا اجالا پھیل گیا۔ اس نے لڑکی کو نہایت نرمی سے کنگ سائز کے نرم

بیڈ پر لٹایا۔ بیڈ پر گرتے ہی لڑکی کے منہ سے ایک گہری، تکلیف دہ کراہ نکلی۔ ابراہیم نے جلدی سے الماری سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔ اس کے دل کی دھڑکن اب بھی تیز تھی۔

اس نے روئی پر اینٹی سیپٹک لوشن لگایا اور لڑکی کی پیشانی پر موجود زخم کو صاف کرنے لگا۔ جیسے ہی دوا نے زخم کو چھوا، لڑکی کا جسم ایک جھٹکے سے اکڑا، لیکن وہ ہوش میں نہیں آئی۔ ابراہیم نے دیکھا کہ اس کا زخم گہرا ضرور تھا، لیکن خوش قسمتی سے گولی یا کسی دھاتی ہتھیار کا نہیں تھا، بلکہ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی سخت چیز سے ٹکرانے کے باعث پھٹا ہو۔ اس نے مہارت سے زخم پر پٹی باندھی۔ اس دوران اس نے محسوس کیا کہ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا، لڑکی کے سلور سوٹ پر چمکتے ہوئے سرکٹس بالکل بجھ چکے تھے اور وہ لباس اب ایک عام سے ڈارک گرے اسکن ٹائٹ سوٹ کی طرح لگ رہا تھا۔

بجلی ابھی تک غائب تھی۔ ابراہیم نے کمبل اٹھا کر لڑکی کے جسم پر ڈال دیا تاکہ اس کے جسم کا درجہ حرارت نارمل ہو سکے۔ اس کے بعد وہ بیڈ کے قریب رکھے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا، ٹارچ کو ایک طرف ٹکایا، اور گہرے خیالات میں ڈوب گیا۔

"کون ہے یہ؟ یہ لباس... یہ اوزون کی بو... اور میرے ریڈار پر وہ برقی بھنور... کیا یہ واقعی وہی ہے جو میں سوچ رہا ہوں؟" وہ خود سے سوال کر رہا تھا، جس کا جواب اس وقت اس کے پاس نہیں تھا۔

قریباً دو گھنٹے گزر گئے۔ رات کے تین بج رہے تھے جب اچانک پورے بنگلے کی لائٹس اور یو پی ایس کے بیپ کرنے کی آوازیں آئیں۔ بجلی بحال ہو چکی تھی۔ کمرے میں لگی وال لائٹس کی زرد روشنی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نے اندھیرے کو بھگا دیا۔ ابراہیم نے سکھ کا سانس لیا، جیسے ہی وہ اٹھنے لگا، بیڈ پر موجود وجود میں ہلچل ہوئی۔

لڑکی کی لمبی، گھنی پلکیں تیزی سے کپکپائیں۔ اس نے ایک طویل، گہرا سانس لیا جیسے کوئی ڈوبتا ہوا انسان سطح سمندر پر آکر ہوا کھینچتا ہے۔ اگلے ہی سیکنڈ، اس کی گہری نیلی، چمکدار آنکھیں پوری طرح کھل گئیں۔ ان آنکھوں میں جو چمک اور گہرائی تھی، وہ ابراہیم نے آج تک کسی انسان میں نہیں دیکھی تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ ان آنکھوں کے سحر میں کھو سا گیا۔

ہوش میں آتے ہی لڑکی نے چھت پر جلتے ہوئے فانوس اور وال لائٹس کو دیکھا۔ اس کا ردعمل حیران کن تھا۔ اس کی آنکھوں میں سکون کے بجائے ایک شدید، ہولناک خوف ابھرا۔ اس نے بیڈ پر بچھے سوتی کپڑے (Bed Sheet) کو چھوا، تو اس کے چہرے پر ایسی کراہیت اور حیرت آئی جیسے اس نے کسی گندی یا عجیب چیز کو چھو لیا ہو۔

"سگما... لیبا... نیٹ ورک ڈاون!" اس کے منہ سے نہایت تیز، مشینی اور کٹی کٹی آواز نکلی۔ یہ الفاظ انگریزی جیسے تھے، لیکن ان کا لہجہ اور ادائیگی بالکل مختلف تھی، جیسے کوئی کمپیوٹرائزڈ روبوٹ بول رہا ہو۔

ابراہیم نے اپنے ہاتھ ہوا میں اٹھائے اور انتہائی نرمی سے بولا، "روم ڈاؤن... ریلیکس۔ تم محفوظ ہو۔ تم میرے گھر میں ہو..."

لیکن لڑکی نے جیسے ہی اس کی آواز سنی، اس کا پورا جسم دفاعی پوزیشن میں آگیا۔ وہ ایک چیتے کی طرح بیڈ سے اچھلی۔ اس کی لچک اور رفتار اتنی تیز تھی کہ عام انسان کی آنکھ اسے فالو نہ کر سکے۔ وہ سیدھی فرش پر آئی۔ اس کا چہرہ خوف اور غصے سے لال ہو چکا تھا۔ اسے اپنے ارد گرد کی دیواریں، لکڑی کا فرنیچر ایک عجیب، قدیم اور خطرناک قید خانے کی طرح لگ رہے تھے۔

اس نے اپنی بائیں کلائی پر بندھے اس ٹوٹے ہوئے کڑے کو دیکھا، وہ کام نہیں کر رہا تھا۔ اس نے غصے سے ابراہیم کی طرف دیکھا۔ وہ ابراہیم کو کوئی ایسا دشمن سمجھ رہی تھی جس نے اسے اغوا کر کے کسی پسماندہ خانے میں قید کر دیا تھا۔

اگلے ہی لمحے، اس نے ابراہیم پر حملہ کر دیا۔

وہ ہوا میں لہراتی ہوئی آئی۔ اس کا دایاں پیر ابراہیم کے چہرے کی طرف ایک سنسناتے ہوئے کک (Kick) کی صورت میں بڑھا۔ ابراہیم کوئی عام، ڈرپوک لڑکا نہیں تھا۔ وہ یونیورسٹی کے دنوں میں باقاعدہ مارشل آرٹس کا بلیک بیلٹ رہ چکا تھا، اس کے اعصاب لوہے کے تھے۔ اس نے جھک کر اس کے پیر کے وار کو خالی دیا اور دو قدم پیچھے ہٹا۔

"میری بات سنو! میں تمہارا دشمن نہیں ہوں!"

ابراہیم نے لہجے کو مضبوط رکھتے ہوئے اردو اور انگریزی مکس کر کے دھیمی لیکن پختہ آواز میں کہا۔

لیکن لڑکی کہاں سننے والی تھی۔اسے اس ماحول سے ،اس ہوا سے ،اور اس انسان سے شدید خطرہ محسوس ہو رہا تھا۔اس نے ایک بار پھر تیزی سے پینترا بدلا۔اس بار اس نے ابراہیم کی گردن کو نشانہ بنایا۔اس کے ہاتھ کی انگلیاں بالکل سیدھی اور سخت تھیں، جیسے کوئی خنجر ہو۔ابراہیم نے پھرتی سے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی کلائی کو جکڑ لیا، لیکن جیسے ہی اس نے کلائی پکڑی، اسے ایک شدید جھٹکا لگا۔لڑکی کے جسم کی طاقت اس کی نازک جثہ سے کہیں زیادہ تھی، جیسے اس کی ہڈیاں اور عضلات عام انسانوں سے تین گنا زیادہ مضبوط ہوں۔

لڑکی نے اپنی کلائی چھڑانے کے لیے اپنے سر سے ابراہیم کے چہرے پر وار کرنا چاہا، لیکن ابراہیم نے اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی دبوچ لیا۔اس نے لڑکی کی اس جارحیت اور خوف کو نہایت تحمل سے برداشت کیا۔اس نے لڑکی کو مضبوطی سے اپنے حصار میں لیا اور اسے صوفے کی طرف دھکیلتے ہوئے بغیر کوئی نقصان پہنچائے صوفے پر گرا دیا۔

لڑکی صوفے پر گری لیکن اس کی آنکھوں میں وحشت کم نہیں ہوئی تھی۔وہ ہانپ رہی تھی،اس کی پیشانی کا زخم دوبارہ ہلکا سا رسنے لگا تھا۔ابراہیم اس کے سامنے دونوں ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا،اس کا چہرہ بالکل پرسکون تھا، کوئی غصہ یا خوف نہیں تھا۔

"دیکھو...ریلیکس..."اس نے گہرے، دھیمے اور پرسکون لہجے میں کہا۔"میں...ابراہیم ہوں۔ انسان۔فرینڈ۔دوست۔"اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور پھر اس کی طرف اشارہ کیا۔

لڑکی نے غصے سے اسے گھورا۔اس کے منہ سے پھر کچھ عجیب الفاظ نکلے، "تھرا... زیڈ-۴... سازون؟پرائمری آئی ڈی؟" وہ جس زبان میں بول رہی تھی، وہ انگریزی کے الفاظ کا ایک ایسا ملغوبہ تھا جس کی گرامر اور لہجہ بالکل اجنبی تھا۔ وہ بار بار دیواروں پر لگے لکڑی کے فریمز اور پنکھے کو دیکھ کر ایسے ڈر رہی تھی جیسے وہ کوئی قدیم پتھر کے دور کے ہتھیار ہوں۔

ابراہیم سمجھ گیا کہ یہ لڑکی اس دنیا، اس وقت اور اس ماحول کی کسی ایک چیز سے بھی واقف نہیں ہے۔اس کے لیے یہ لکڑی، یہ پنکھا، یہ سادہ روشنی، سب کچھ ویسا ہی تھا جیسے کسی جدید انسان کو اٹھا کر غاروں کے دور میں پھینک دیا جائے۔ وہ یہاں کی زبان جانتی تھی نہ قوانین۔ وہ بالکل ایک نومولود بچے کی طرح معصوم لیکن اپنے دفاع میں خطرناک تھی۔

ابراہیم نے صوفے کے پاس پڑے ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا۔اس نے خود ایک گھونٹ بھرا تا کہ لڑکی کو یقین ہو جائے کہ یہ زہر نہیں ہے، اور پھر گلاس آہستہ سے اس کی طرف بڑھایا۔

لڑکی نے اس شیشے کا گلاس کو ایسے دیکھا جیسے اس نے زندگی میں کبھی شیشہ یا پانی اس شکل میں نہ دیکھا ہو۔اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے گلاس کو چھوا، لیکن جیسے ہی اس کی انگلیاں شیشے سے ٹکرائیں، اس نے خوف سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا، اور گلاس فرش پر گر کر چکنا چور ہو گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شیشے کے ٹوٹنے کی آواز پر لڑکی نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور صوفے کے کونے میں دبک گئی۔ اس کی آنکھوں سے اب خوف کے آنسو بہنے لگے تھے۔ وہ اتنی طاقتور ہونے کے باوجود اس وقت بالکل بے بس اور تنہا محسوس کر رہی تھی۔

ابراہیم نے ایک گہرا سانس لیا۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ اس لڑکی کو اپنے ساتھ مانوس کرنے کے لیے اسے بہت صبر، محبت اور وقت کی ضرورت ہو گی۔ وہ خاموشی سے فرش پر بیٹھ گیا، لڑکی سے چند فٹ کے فاصلے پر، تاکہ اسے یہ احساس ہو کہ اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

"کوئی بات نہیں..." ابراہیم نے مسکرا کر کہا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

صبح کے ساڑھے چھ بج چکے تھے، لیکن دسمبر کی گہری اور کہر آلود دھند کی وجہ سے باہر ابھی تک اجالا پوری طرح نہیں پھیلا تھا۔ ابراہیم رات بھر گیسٹ روم کے فرش پر دیوار سے ٹیک لگائے، ادھ کھلی آنکھوں سے اس لڑکی کی نگرانی کرتا رہا تھا جو رات کے آخری پہر شدید تھکن کے باعث صوفے پر ہی گھٹنوں کو سینے سے لگائے سو گئی تھی۔

اچانک، بنگلے کے کچن والے بیرونی دروازے پر تالے کے اندر چابی گھومنے کی شناسا آواز آئی۔ ابراہیم کے چوکنے اعصاب یکدم بیدار ہو گئے۔ یہ رحمت چاچا تھے! پچھلے دس سالوں سے ان کا یہی معمول تھا؛ وہ صبح سویرے آتے، حمزہ کے لیے ناشتہ بناتے، گھر کی صفائی کرتے اور دوپہر کا کھانا تیار کر کے دوبارہ اپنے کوارٹر میں چلے جاتے تھے۔

ابراہیم نے جلدی سے صوفے پر سوئی ہوئی لڑکی کو دیکھا۔ وہ اب بھی گہری نیند میں تھی، لیکن اس کا سانس اب پر سکون تھا۔

"اگر رحمت چاچا نے یہاں کسی لڑکی کو اس لباس میں دیکھ لیا، تو پتا نہیں کیا سوچیں گے،" حمزہ نے سنجیدگی سے سوچا اور دبے قدموں گیسٹ روم سے باہر نکل کر دروازہ باہر سے لاک کر دیا۔

وہ کچن میں پہنچا تو ستر ساٹھ رحمت چاچا، جن کے سر پر اونی ٹوپی اور کندھے پر چادر تھی، چولہے پر چائے کی کیتلی رکھ رہے تھے۔ ان کی تیز اور بوڑھی آنکھوں نے فوراً ابراہیم کے چہرے کی تھکن کو بھانپ لیا۔

"سلام چھوٹے چوہدری صاحب! رات جاگتے رہے تھے کیا؟ آنکھیں لال ہو رہی ہیں" رحمت چاچا نے تشفقق لہجے میں مگر شکایتی انداز سے پوچھا۔

"بس چاچا، وہ... رات کو کچھ ریسرچ کا کام تھا، بجلی بھی چلی گئی تھی،" ابراہیم نے بات ٹالنے کی کوشش کی اور فرج سے پانی کی بوتل نکالنے لگا۔

رحمت چاچا نے کچن کی کھڑکی سے باہر پچھلے لان کی طرف دیکھا۔ ان کی نظریں زمین دوز جلی ہوئی مٹی کے اس کالے دائرے پر جم گئیں جو رات کے برقی بھنور سے بنا تھا۔ "چوہدری صاحب! یہ رات کو لان میں کیا ہوا ہے؟ ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے توپ کا گولا داغ دیا ہو۔ گھاس بالکل کوئلہ ہو چکی ہے۔ اور یہ... اوزون جیسی بو بھی آ رہی ہے پورے دالان سے؟"

ابراہیم نے پانی کا گھونٹ حلق سے اُتارتے ہوئے کہا" وہ... چاچا، رات کو آسمانی بجلی گری تھی شاید۔ زوردار کڑک تھی۔ آپ تو اپنے کوارٹر میں گہری نیند سو رہے ہوں گے نا۔"

"آسمانی بجلی؟" رحمت چاچا نے حیرت اپنی بھویں اچکائیں۔ "دسمبر کی دھند میں کڑکنے والی بجلی؟ چوہدری صاحب، میں پچھلے ساٹھ سالوں سے اس دھرتی پر ہوں، میں نے گرمیوں کے بادل تو سنے ہیں، سردیوں کی دھند میں کبھی بجلی گرتے نہیں دیکھی۔ اور پھر... میں نے یہاں آتے ہوئے لاؤنج کے فرش پر خون کے قطرے دیکھے ہیں؟" انہوں نے زمین پر گرے اس جمے ہوئے خون کی طرف اشارہ کیا جو لڑکی کو لاتے وقت گرا تھا۔

ابراہیم کا دل ایک سیکنڈ کے لیے رک گیا۔ اس نے فوراً اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا جس پر ہلکی سی خراش آئی ہوئی تھی۔ "وہ رات اندھیرے میں میرا ہاتھ اس شیشے کی میز سے ٹکرا گیا تھا، اسی کا خون ہے۔ اور آپ اسے چھوڑیں، جلدی سے دو انڈوں کا آملیٹ اور چار پراٹھے بنائیں۔ بھوک بہت تیز لگی ہے۔"

ابراہیم نے یہ کہتے ہوئے جان چھڑائی اور جلدی سے کچن سے نکل گیا۔ ناشتہ بننے میں پندرہ منٹ لگنے تھے، اور اسے اس دوران لڑکی کو سنبھالنا تھا۔ اس نے گیسٹ روم کا لاک کھولا اور اندر داخل ہوا۔ لڑکی اب جاگ چکی تھی اور بیڈ کے کونے میں گھٹنوں کے بل بیٹھی، حیرت اور وحشت سے کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھی۔ جب ابراہیم اندر آیا، تو اس نے حملہ نہیں کیا، شاید رات کے تجربے

سے وہ جان چکی تھی کہ یہ لڑکا اس سے زیادہ طاقتور ہے اور اسے نقصان نہیں پہنچا رہا۔ ابراہیم اپنے چہرے پر بالکل پر سکون مسکراہٹ سجائے فرش پر بیٹھ گیا اور پانی کی ایک نئی پلاسٹک کی بوتل (جو ٹوٹ نہیں سکتی تھی) اس کی طرف بڑھائی۔

لڑکی نے بوتل کو ایسے دیکھا جیسے وہ کوئی ٹائم بم ہو۔ ابراہیم نے خود بوتل کا ڈھکن کھولا، ایک گھونٹ پیا، اور پھر بوتل اس کے ہاتھ میں دے دی۔ لڑکی نے بوتل کو دبایا، تو پلاسٹک کے پچکنے کی آواز پر وہ تھوڑا سا چونکی۔ اس نے بوتل کو اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ جیسے ہی پانی اس کے حلق میں گیا، اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے ایک ہی سانس میں آدھی بوتل خالی کر دی۔

کچھ ہی دیر میں رحمت چاچا نے لاؤنج کی میز پر ناشتہ لگا دیا اور واپس کچن کی طرف چلے گئے۔ ابراہیم نے موقع پا کر چار پراٹھے اور آملیٹ کی پلیٹ اٹھائی اور گیسٹ روم میں لے آیا۔

کھانے کی خوشبو نے لڑکی کی بھوک چمکا دی تھی۔ اس نے پلیٹ میں رکھے پراٹھے کو دیکھا، لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسے کھانا کیسے ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پراٹھے کے پورے ٹکڑے کو مٹھی میں دبا کر منہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔

"ارے نہیں، نہیں! ایسے نہیں،" ابراہیم نے لقمہ توڑنے کا اشارہ کیا۔ "ایسے... ایسے چھوٹا ٹکڑا توڑو، پھر آملیٹ کے ساتھ لگاؤ، اور پھر کھاؤ۔" ابراہیم نے خود ایک لقمہ بنا کر اپنے منہ میں ڈالا۔

لڑکی نے اسے غور سے دیکھا۔اس نے انگلیوں سے پراٹھے کا ایک چھوٹا ٹکڑا توڑا،اس میں آملیٹ لگایا اور منہ میں رکھا۔ جیسے ہی دیسی گھی کے پراٹھے اور مصالحے دار آملیٹ کا ذائقہ اس کی زبان سے ٹکرایا،اس کی آنکھیں پھٹ گئیں،اور اس نے یک بعد دیگرے تین پراٹھے ختم کر دیے۔

کھانا کھانے کے بعد،لڑکی کے جسم میں کچھ توانائی آئی۔اس نے اپنی کلائی پر بندھے اس تباہ شدہ آلے پر ہاتھ رکھا،جواب بالکل مردہ ہو چکا تھا۔اس نے ابراہیم کی طرف دیکھا،پھر کمرے کی دیوار کو چھوا، اور پھر فرش کی مٹی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ اب ابراہیم کو کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ابراہیم نے گیسٹ روم کی دراز سے ایک سفید کاغذ اور مارکر نکالا۔اس نے کاغذ پر ایک سیدھی لکیر کھینچی۔اس لکیر کے شروع میں اس نے لکھا "2026"(موجودہ سال)اور لکیر کے بالکل آخری کونے پر لکھا"2126"۔

اس نے"2026"پر انگلی رکھی اور اپنے سینے پر ہاتھ مارا،"میں...یہاں ہوں۔"

پھر اس نے مارکر لڑکی کے ہاتھ میں دیا اور"2126"کی طرف اشارہ کیا۔

لڑکی نے کاغذ کو دیکھا،اس کا ذہین دماغ فوراً ریاضی اور وقت کے اس خاکے کو سمجھ گیا۔اس نے مارکر پکڑا۔اس نے "2126"کے ہندسوں کو دیکھا،پھر نفی میں سر ہلایا۔اس نے مارکر اٹھایا اور "2126"کے اوپر ایک بڑا دائرہ بنایا اور اس کے اندر چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں،جو کسی بڑے نیٹ

ورک یا گنبد (Dome) جیسی تھیں۔ پھر اس نے اس دائرے کے باہر کثیر تعداد میں آسمانی بجلیوں اور آگ کے شعلوں جیسے نشانات بنا دیے۔

ابراہیم اس کی ڈرائنگ کو غور سے دیکھ رہا تھا، اس کا دل تشویش سے بیٹھنے لگا۔ اس لڑکی نے کاغذ پر موجود درختوں اور ہریالی کے نشانات کو مار کر سے بالکل کاٹ دیا تھا... یعنی مستقبل میں زمین پر کوئی ہریالی، کوئی صاف ہوا نہیں بچی تھی۔ انسان بڑے بڑے گنبدوں (Domes) کے اندر قید ہو کر رہ گئے تھے، جہاں ٹیکنالوجی تو انتہا پر تھی، لیکن زندگی ایک بھیانک شکل اختیار کر چکی تھی۔

وہ وہاں سے کسی طرح بچ کر آئی تھی، اور اب اس کا واپس جانا ناممکن تھا۔

ابھی حمزہ اس تصور میں گم ہی تھا کہ اچانک گیسٹ روم کے دروازے کے ہینڈل پر کسی نے ہاتھ رکھا۔ دروازہ باہر سے لاک تھا، اس لیے ہینڈل کھڑکھڑایا۔

"چوہدری صاحب! چھوٹے چوہدری صاحب؟ میں چائے لے کر آیا تھا، !" رحمت چاچا کی آواز نے کمرے کا سارا سحر توڑ دیا۔

لڑکی خوف سے دوبارہ چوکنی ہو گئی اور اس نے صوفے کے پیچھے پوزیشن لے لی۔ حمزہ کے ماتھے پر بھی شکن آ گئی، کیونکہ وہ اس معاملے کو اب بالکل خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔

رحمت چاچا کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر مسلسل دباؤ ڈال رہا تھا، لیکن ابراہیم نے اندر سے کنڈی چڑھا رکھی تھی۔ کمرے کے اندر کا ماحول یکدم تناؤ کا شکار ہو چکا تھا۔ لڑکی صوفے کے پیچھے دبک کر

بیٹھ چکی تھی، اس کی نیلی آنکھیں دروازے کی سمت جمی ہوئی تھیں اور جسم کا ایک ایک عضلہ کسی بھی اچانک حملے کے لیے تیار تھا۔

ابراہیم نے گہرا سانس لیا اور اپنے چہرے پر خاندانی وقار اور رعب کی روایتی سختی لے آیا۔ اس نے قدم بڑھا کر دروازہ کھولا، لیکن پورا نہیں، بلکہ صرف اتنا کہ وہ خود دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو سکے۔

رحمت چاچا کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی، ان کے چہرے پر تجسس کی گہری لکیریں تھیں اور وہ اندر جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"چوہدری صاحب، اندر سے یہ کس کی آوازیں آ رہی تھیں؟" رحمت چاچا نے بات شروع کرنی چاہی۔

ابراہیم نے اپنی آواز کو تھوڑا بھاری اور سرد کیا، "چاچا، آپ پچھلے کئی سال سے ہمارے ہاں ملازم ہیں، آپ کو یہ سکھانے کی ضرورت تو نہیں ہونی چاہیے کہ جب میں کوئی ذاتی کام کر رہا ہوں، تو اس طرح بار بار سوال جواب کرنا مناسب نہیں ہے۔"

ابراہیم کے اس بے تعلق اور باوقار لہجے نے رحمت چاچا کو فوراً اپنی حد کا احساس دلا دیا۔ ان کے چہرے کا تجسس غائب ہو گیا اور انہوں نے نظریں نیچی کر لیں۔

Clubb of Quality Content

"جی... جی چھوٹے چوہدری صاحب۔ معافی چاہتا ہوں، وہ بس میں چائے لایا تھا،" رحمت چاچا نے ٹرے ابراہیم کے ہاتھ میں تھمائی۔

"ٹھیک ہے، آپ اب نیچے جائیں، ڈرائنگ روم کی صفائی کریں اور دوپہر کے کھانے کی تیاری کریں۔ جب تک میں خود باہر نہ آؤں، اوپر پہلی منزل پر یا اس گیسٹ روم کی طرف آنے کی ضرورت نہیں ہے،" ابراہیم نے صاف اور حتمی انداز میں حکم دیا۔

"جی بہت بہتر،" رحمت چاچا نے سر جھکایا، الٹے قدموں پیچھے ہٹے اور خاموشی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔ ابرہیم نے محسوس کیا کہ ان کا شک ابھی پوری طرح دور نہیں ہوا تھا، لیکن اب وہ دوبارہ اس معاملے میں کچھ بولنے کی جرات نہیں کریں گے۔ ابراہیم کو اُن سے اس انداز میں بات کرنے پر افسوس تھا، مگر فلحال اسے یہی راستہ سوجھا تھا۔

رحمت چاچا کے سیڑھیوں سے نیچے اترنے کی دھیمی آواز جیسے ہی ختم ہوئی، ابراہیم نے گیسٹ روم کا بھاری دروازہ دوبارہ اندر سے بولٹ کر دیا۔ کمرے کے اندر کا تناؤ اب کسی حد تک کم ہو چکا تھا، لیکن ہوا میں ابھی بھی ایک عجیب سی سنسنی موجود تھی۔ صوفے کے پیچھے دفاعی پوزیشن میں چھپی ہوئی تھرا آہستہ آہستہ سیدھی ہوئی۔ اس کی گہری نیلی آنکھیں ابھی بھی دروازے کے ہینڈل پر جمی ہوئی تھیں، جیسے اسے یقین نہ ہو کہ باہر موجود "خطرہ" ٹل چکا ہے۔

ابراہیم نے گہرا سانس لیا اور اپنے بکھرے بالوں کو ہاتھ سے درست کرتے ہوئے میز پر رکھی چائے کی ٹرے کو دیکھا۔ چائے مگ سے ابھی بھی ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے فرش پر، تھرا سے چند فٹ کے فاصلے پر بیٹھ گیا تاکہ اسے یہ احساس رہے کہ حمزہ اس کی ذاتی جگہ (Personal Space) پر حملہ نہیں کر رہا۔

"تھرا... وہ... رحمت چاچا تھے،" ابراہیم نے اپنی آواز کو جتنا ہو سکتا تھا دھیما اور پر سکون رکھتے ہوئے کہا۔ اس نے کاغذ پر اردو میں لکھا 'چاچا'۔ "وہ... نوکر ہیں۔ مددگار۔ ہیلپر۔ وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

Thra (تھرا) نے کاغذ پر موجود لفظ کو دیکھا، پھر ابراہیم کے چہرے کے تاثرات کا معائنہ کیا۔ اس کا ذہین دماغ سیکنڈوں میں یہ بھانپ رہا تھا کہ اس دور کے انسانوں میں رشتوں اور درجوں کا ایک باقاعدہ مینوئل نظام موجود ہے۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ صوفے کی پشت سے ہٹائے اور اونی ٹریک سوٹ کی آستینوں کو دیکھتے ہوئے اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"چا... چا..." اس نے لفظ کو دہرایا، اس کی مشینی آواز میں اب تھوڑا سا انسانی پن آ رہا تھا، لیکن ادائیگی اب بھی کٹی کٹی تھی۔

ابراہیم نے چائے کا مگ اٹھایا اور اسے تھرا کی طرف بڑھایا۔ تھرا نے مگ کو دیکھا۔ اس سے پہلے وہ شیشے کا گلاس گرا کر توڑ چکی تھی، اس لیے اس بار وہ محتاط تھی۔ اس نے اپنی لمبی، گوری انگلیاں مٹی

کے مگ کے گرد جمائیں۔ مگ کی گرمی جیسے ہی اس کی جلد سے ٹکرائی، وہ ہلکی سی چونکی۔ مستقبل کی دنیا میں شاید برتنوں کا تھرمل انسولیشن اتنا مکمل ہوتا تھا کہ باہر گرمی محسوس ہی نہیں ہوتی تھی۔

اس نے مگ کو اپنے ہونٹوں سے لگایا اور چائے کا ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔ چائے کی پتی، دودھ اور الائچی کا وہ خالص دیسی ذائقہ جیسے ہی اس کی زبان کے خلیوں سے ٹکرایا، اس کے چہرے کے تاثرات دیکھنے لائق تھے۔ اس نے اپنی نیلی آنکھیں بند کر لیں اور اس گرم مائع کو اپنے حلق سے نیچے اترتے ہوئے محسوس کیا۔ اس کے چہرے پر ایک عجب سا سکون ابھرا، جو اس بات کی گواہی تھا کہ 2026 کی یہ سادہ سی چائے بھی اس کے سو سال آگے کے کیمیکل مائعات سے کہیں بہتر تھی۔

"یہ... کیا؟" اس نے الفاظوں کی کمی کے باعث بات ادھوری چھوڑی اور سوالیہ نظروں سے ابراہیم کو دیکھنے لگی۔

"اسے چائے کہتے ہیں،" ابراہیم نے اس کی ادھوری بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "ہمارے ہاں جب بھی کوئی پریشانی یا تھکن ہو، تو چائے ہی سب سے بڑا علاج ہوتی ہے۔"

اگلے دو دن ابراہیم کے اس بنگلے میں تھرا کو 2026 کی دنیا میں ایڈجسٹ کرنے کی ابتدائی کوششوں میں گزرے۔ ابراہیم نے خود کو بیرونی دنیا سے بالکل کاٹ لیا تھا تاکہ تھرا کو کسی بھی قسم کے بیرونی صدمے یا خطرے سے بچایا جا سکے۔ اس ایڈجسٹمنٹ کے دوران کئی ایسے تفصیلی اور حقیقی چھوٹے

Clubb of Quality Content

چھوٹے واقعات پیش آئے جو یہ دکھا رہے تھے کہ ایک صدی کا فاصلہ انسان کے لیے کتنا بڑا جھٹکا ہو سکتا ہے۔

سب سے پہلا واقعہ تب پیش آیا جب ابراہیم نے تھرا کو گیسٹ روم سے ملحقہ اٹیچ باتھ روم کا استعمال سکھانے کی کوشش کی۔ تھرا باتھ روم کے اندر گئی، لیکن جیسے ہی اس نے واش بیسن کا جدید سنسر والا نلکا دیکھا، وہ حیران رہ گئی۔ اس نے جیسے ہی نلکے کے نیچے ہاتھ کیا اور پانی کی تیز دھار دباؤ کے ساتھ باہر نکلی، تو پانی کی اس کثرت اور اس کی چمک کو دیکھ کر وہ اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور اس کا پیر فرش پر پھسلتے ہوئے بچا۔

"ابراہیم!... پانی... ضائع...!" اس نے باتھ روم کے دروازے سے آدھا سر باہر نکال کر آواز لگائی، اس کے چہرے پر خوف کا عنصر تھا۔

ابراہیم جو باہر صوفے پر پاؤں پسارے بیٹھا تھا، جلدی سے اندر آیا اور نلکے کے نیچے سے اس کا ہاتھ ہٹایا، جس سے پانی خود بخود بند ہو گیا۔ "تھرا، ریلیکس۔ یہ نلکا ہے۔ پانی ضائع نہیں ہو رہا، یہ ہمارے زیرِ زمین ٹینک سے آ رہا ہے۔

Thra نے بند نلکے کو ایسے دیکھا جیسے وہ کوئی جادوئی آلہ ہو۔ اس نے دوبارہ آہستہ سے اپنا ہاتھ نیچے کیا، پانی پھر نکلا۔ اس نے پانی کی چند بوندیں اپنی ہتھیلی پر لیں اور انہیں اپنی انگلیوں سے مسلنے لگی۔ اس

Clubb of Quality Content

کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں کہ اتنا صاف، بے رنگ اور بغیر کسی کیمیکل کی بو والا پانی زمین سے اس طرح کھلا مل سکتا ہے۔

دوسرا واقعہ اس وقت ہوا جب ابراہیم نے اسے گھر کی صفائی کے لیے استعمال ہونے والا ویکیوم کلینز آن کر کے دکھایا۔ جیسے ہی ویکیوم کلینز کے موٹر کی تیز "شووووووں" کی آواز گونجی، تھرا ایک سیکنڈ میں الرٹ ہو گئی اور اس نے ابراہیم کے سپر کمپیوٹر کے کی بورڈ کو اٹھا کر ایک ہتھیار کی طرح اپنے سامنے تان لیا۔ اسے لگا کہ یہ کوئی چھوٹا برقی روبوٹ ہے جو ان پر حملہ کرنے آیا ہے۔

"اوئے اوئے! کی بورڈ نیچے کرو، یہ میرے سپر کمپیوٹر کا قیمتی کی بورڈ ہے!" اسے اپنے قیمتی کیبورڈ کی فکر ستانے لگی، اس نے جلدی سے ویکیوم کلینز کا سوئچ بورڈ سے پلگ نکالتے ہوئے سر پکڑ لیا۔ "یہ کوئی شکاری روبوٹ نہیں ہے، یہ صرف مٹی صاف کرنے کی مشین ہے۔"

Thra نے کی بورڈ آہستہ سے میز پر رکھا، اس کے ماتھے پر پسینے کی باریک بوندیں تھیں۔ "تمہاری دنیا... بہت... شور کرتی ہے۔ ہر چیز... آواز... بناتی ہے۔"

"ہاں، کیونکہ ہماری دنیا ابھی زندہ ہے،" ابراہیم نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ "یہاں مشینیں اتنی خاموش نہیں ہیں کیونکہ یہ انسانوں کے تابع ہیں، انسان مشینوں کے تابع نہیں ہوئے ابھی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان دو دنوں میں تھرا نے اردو کے مزید کئی الفاظ سیکھ لیے۔اس کا دماغ بلا کا تیز تھا،وہ چیزوں کو دیکھ کر ان کے نام اپنے ذہن میں محفوظ کر رہی تھی۔وہ اب 'کھانا'، 'پانی'، 'دروازہ'، 'بجلی'، 'رات' اور 'دن' جیسے الفاظ بالکل صحیح وقت پر استعمال کرنے لگی تھی۔اس کا وہ مشینی اور روبوٹک لہجہ اب آہستہ آہستہ دھیما ہو رہا تھا،اور وہ اکیسویں صدی کے اس سادہ ماحول کی عادی بن رہی تھی۔

چوتھے دن کی دوپہر جب ڈیفنس کے اس بنگلے پر اتری، تو گیسٹ روم کے اندر ایک بوجھل سی خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔تھرا گزشتہ تین دنوں کے صدمے سے کسی حد تک باہر آ چکی تھی، لیکن اس کے چہرے پر اب بھی ایک گہری، اداس الجھن تھی۔رحمت چاچا ہمیشہ کی طرح صفائی کرنے اور دوپہر کا کھانا بنانے کے بعد، خاموشی سے اپنے بیرونی کوارٹر کی طرف جا چکے تھے اور پورے بنگلے میں سوائے کمپیوٹر کے سی پی یو کی دھیمی سی سائیں سائیں کے، کوئی آواز نہیں تھی۔

ابراہیم گیسٹ روم کا کواڑ کھول کر اندر داخل ہوا۔اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا جو اس نے میز پر رکھا اور خود سامنے پڑی سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔اس کی نظریں تھرا کے چہرے پر جم گئیں۔ پچھلے تین دن صرف اسے یہاں کے ماحول سے مانوس کرنے اور زبان کے چند بنیادی الفاظ سکھانے میں گزرے تھے، لیکن اب اس کے اعصاب جواب دے رہے تھے۔وہ ایک عام لڑکا نہیں تھا،اس کا سائنسی دماغ اب اس پراسرار وجود کے پیچھے چھپے سچ کو کریدنا چاہتا تھا۔

"تھرا..." ابراہیم نے اپنی آواز کو جتنا ہو سکتا تھا دھیما اور سنجیدہ رکھتے ہوئے پکارا۔ "اب تم کافی حد تک چیزیں سمجھنے لگی ہو۔ اب مجھے بتاؤ... تم کہاں سے آئی ہو؟ تمہارے ساتھ اس رات کیا ہوا تھا؟"

Thra نے اپنی گہری نیلی آنکھیں اٹھائیں اور ابراہیم کو دیکھا۔ اس نے اپنی کلائی پر بندھے اس جلے ہوئے، مردہ کڑے پر ہاتھ رکھا جس کی سکرین بالکل ٹوٹی ہوئی تھی۔ پھر اس نے میز پر رکھے سفید کاغذ اور مارکر کو اپنی طرف کھینچا۔

اس نے کاغذ پر ایک دائرہ بنایا۔ وہ دائرہ کسی نقشے یا شہر کا نہیں تھا، بلکہ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی بہت بڑا دھاتی (Dome) ہو جس نے زمین کو ڈھانپ رکھا ہو۔ اس نے اس دائرے کے اندر چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں اور اردو کا ایک لفظ تلاش کرتے ہوئے بہت مشکل سے بولی:

"یہ... میرا... گھر تھا۔"

"گھر؟" ابراہیم نے جھک کر اس کاغذ کو دیکھا۔ "یہ کیسا گھر ہے؟ کوئی شیشے کا محل ہے؟"

تھرا نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کی آنکھوں میں ایک خوف ابھرا۔ "ہوا... خراب تھی۔ آکسیجن... نہیں تھی۔ ہمیں... اس کے اندر... بند رہنا پڑتا تھا۔" اس نے اپنی دو انگلیاں اپنے گلے پر رکھیں، جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو۔ "وہاں... سب کچھ... لوہا تھا۔ مٹی... نہیں تھی۔"

Clubb of Quality Content

ابراہیم نے گہرا سانس لیا۔ وہ اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، پر کوئی بھی بات اس کے نظریات سے میچ نہیں کر رہی تھی۔ "اگر ہوا نہیں تھی، تو تم لوگ زندہ کیسے رہتے تھے؟ اور تم وہاں سے یہاں کیسے آئیں؟"

Thra نے مارکر کو کاغذ پر زور سے دبایا، جس سے ایک کالی لکیر بنتی چلی گئی۔ "لوگ... مکار لوگ... سب کچھ... اپنے قبضے میں... رکھتے تھے۔ پانی... کھانا... سب کچھ ان کے پاس تھا۔ میں نے... ایک راستہ... بنایا۔ وقت کا... راستہ۔" اس نے اپنی کلائی کے کڑے کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ... ٹوٹ گیا... اور میں... یہاں... گر گئی۔"

وہ اس سے زیادہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی کیونکہ اس کے پاس الفاظ ختم ہو چکے تھے، اور اس کے چہرے کی زردی بتا رہی تھی کہ ان یادوں کو دہرانا اس کے دماغ پر شدید بوجھ ڈال رہا تھا۔ ابراہیم خاموشی سے اٹھا اور اس کاغذ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ تھرا کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے، تھرا، تم اپنے دماغ پر زیادہ زور مت دو۔ آرام کرو۔ اب تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔"

گیسٹ روم میں واپس آنے کے بعد، ابراہیم صدیقی لاؤنج میں رکھی لکڑی کی میز پر پڑے اس سفید کاغذ کو گھور رہا تھا جس پر تھرا نے مارکر سے وہ عجیب و غریب گنبد اور الجھی ہوئی کالی لکیریں کھینچیں تھیں۔ پورے بنگلے میں ایک گہری، سنجیدہ اور خاموشی کا راج تھا۔ ابراہیم کا سائنسی دماغ کسی سستے فلمی سکرپٹ کی طرح 'ٹائم ٹریول' کے سیدھے سادھے کلیشے کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا۔ فزکس

کے مسلمہ قوانین کے مطابق، کسی بھی مادی وجود(Mass) کا وقت کی لہروں میں پیچھے کی طرف سفر کرنا تھرموڈائنامکس کے اصولوں کے بالکل خلاف تھا، جب تک کہ اس کے پیچھے کوئی انتہائی پیچیدہ کوانٹم میکینکس کا عمل موجود نہ ہو۔

وہ خاموشی سے اٹھا اور پہلی منزل پر واقع اپنے لیبارٹری نما اسٹڈی روم کی طرف بڑھا۔ لکڑی کی سیڑھیوں پر اس کے بوٹوں کی دھیمی سی آواز گونجی۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے کسٹم میڈ سپر کمپیوٹر کی تینوں بڑی ایل ای ڈی اسکرینز کو آن کیا۔ اسکرینز کی نیلی روشنی اس کے سنجیدہ چہرے پر پڑی۔ اس نے سب سے پہلے اس رات کا ڈیٹا بیس کھولا جب تھرا اس کے پورچ میں آئی تھی، اور ریڈار کنٹرول پر موجود ان کائناتی لہروں (Cosmic Waves) کے گراف کا معائنہ کرنے لگا جو اس کے ریڈار نے اس مخصوص سیکنڈ میں ریکارڈ کی تھیں۔

"اگر یہ ٹائم ٹریول نہیں ہے، تو پھر یہ کیا ہے؟" ابراہیم نے اپنے ہونٹوں میں کچھ بڑبڑایا اور کی بورڈ پر تیزی سے کچھ لینیئر کوڈز انٹر کیے۔

اس نے دیکھا کہ اس رات ٹھیک بارہ بج کر چودہ منٹ پر، لاہور کے اس مخصوص اوزون زون پر زمین کی مقناطیسی فیلڈ (Geomagnetic Field) کے اندر ایک شدید، غیر معمولی جھٹکا (Magnetic Anomaly) ریکارڈ ہوا تھا۔ یہ جھٹکا اتنا طاقتور تھا کہ اس نے چند ملی سیکنڈز کے لیے اسپیس ٹائم فیبرک (Space-Time Fabric) کو چاک کر دیا تھا۔

Clubb of Quality Content

ابراہیم نے اپنی عینک کو ناک پر ٹکایا اور البرٹ آئن سٹائن کی "تھوریِ اضافیت" (Theory of Relativity) اور نیکولا ٹیسلا کے پرانے مقناطیسی مقالوں کو آن لائن سرچ انجن پر کھولا۔ اس نے جنیوا میں واقع دنیا کے سب سے بڑے زیرِ زمین پارٹیکل ایکسلریٹر (CERN - Large Hadron Collider) کے پچھلے تین دنوں کے پبلک ڈیٹا کا معائنہ کرنا شروع کیا۔ جیسے ہی اس نے سرن (CERN) کے ہائی انرجی ڈسچارج کے گراف کو لاہور کے اس مقناطیسی جھٹکے کے وقت سے میچ کیا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ دونوں گراف ریاضیاتی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ بالکل ہم آہنگ (Entangled) تھے!

"امپاسبل..." ابراہیم نے گہرا سانس لیا، اس کے ماتھے پر سوچ کی باریک لکیریں ابھر آئیں۔ "اس کا مطلب ہے کہ یہ لڑکی مادی طور پر کسی گاڑی یا مشین میں بیٹھ کر نہیں آئی۔ مستقبل میں سرن (CERN) جیسے کسی انتہائی اعلیٰ ذراتی اسپیڈ کنٹرولر کے ذریعے ایک ہائی انرجی 'کوانٹم وورٹیکس' پیدا کیا گیا تھا، جس نے انسان کے پورے اعصابی نظام، یادداشت اور شعور (Consciousness) کو ہائی فریکوئنسی الیکٹرومیگنیٹک لہروں میں تبدیل کر دیا۔ وہ لہریں وقت کے سمندر میں سفر کر رہی تھیں، لیکن زمین کی مقناطیسی فیلڈ کے ایک جھٹکے کی وجہ سے وہ لہریں لاہور کے اس مخصوص اوزون پوائنٹ پر اکٹھی ہوئیں، اور پورچ میں موجود شدید تھرمل ڈسچارج کی وجہ سے ان توانائی کی لہروں نے دوبارہ مادی جسم (Biological Body) کی

شکل اختیار کرلی، بالکل ویسے ہی جیسے کوانٹم فزکس کا بنیادی قانون کہتا ہے کہ مادہ اور توانائی ایک دوسرے میں تبدیل ہو سکتے ہیں ($E=mc^2$)

یہ ایک انتہائی معقول، سائنسی وضاحت تھی جس نے ابراہیم کے بھٹکتے ہوئے دماغ کو ایک پکا اور ٹھوس راستہ دکھا دیا تھا۔ تھرا سو سال آگے کی دنیا سے آئی تھی، پر اس کی آمد کے پیچھے لوہے کا کوئی ڈبہ نہیں، بلکہ کائنات کی سب سے اعلیٰ کوانٹم فزکس کام کر رہی تھی۔ وہ رات بھر کمپیوٹر اسکرین کے سامنے بیٹھا اس انرجی لہر کے باقیات (Residual Radiation) کا حساب کتاب کرتا رہا۔

اگلی صبح کے ساڑھے چھ بجے کا وقت تھا۔ لاؤنج کے عریض شیشے کے پار ڈیفنس کی سڑکیں گہری اور بوجھل سفید دھند میں لپٹی ہوئی تھیں، جس کی وجہ سے باہر لگی اسٹریٹ لائٹس کی زرد روشنی فضا میں معلق بادلوں کی طرح لگ رہی تھی۔ ابراہیم صدیقی کچن کے کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ تیز گرم بلیک کافی کی کڑوی خوشبو کچن کے ٹھنڈے ماحول میں پھیل رہی تھی، لیکن اس کی نظریں لاؤنج کے وسط میں رکھی اس شیشے کی میز پر جمی تھیں جہاں وہ سفید کاغذ پڑا تھا جس پر الجھی ہوئی لکیریں بنی ہوئی تھیں۔

گیسٹ روم کا کواڑ آہستہ سے کھلا، اور تھرا باہر لاؤنج میں آئی۔

دسمبر کی صبح کی مدھم روشنی لاؤنج کے شیشے سے چھن کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔اس نے ابراہیم کو دیکھا،اس کی گہری نیلی آنکھیں اب بالکل پرسکون تھیں، پر ان میں ایک سائنسدان کے لیے کچھ نئے، گہرے سوالات اور تشویش چھپی ہوئی تھی۔اس نے تانبے کے رنگ کے اونی ٹریک سوٹ کی آستینوں کو تھوڑا اور درست کیا اور خاموشی سے شیشے کی میز کے دوسری طرف رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

ابراہیم کچن سے نکلا، کافی کا مگ میز پر رکھا اور خود بھی سامنے بیٹھ گیا۔اس کا چہرہ سنجیدہ، متجسس اور فکرمند ہو چکا تھا۔

"تھرا،" ابراہیم نے کافی کا مگ ہاتھ میں لیتے ہوئے انتہائی سرد، سنجیدہ اور منطقی لہجے میں بات کا آغاز کیا۔"میں رات بھر تمہاری اس کہانی کا سراغ ڈھونڈ رہا تھا جو تم نے مجھے اس کاغذ پر لکیریں کھینچ کر بتائی تھی۔میں نے جنیوا میں واقع دنیا کے سب سے بڑے زیرِ زمین پارٹیکل ایکسلریٹر (CERN - Large Hadron Collider) کا پچھلے اڑتالیس گھنٹوں کا پبلک ریڈی ایشن ڈیٹا چیک کیا ہے۔"

Thra یکدم چونکی۔اس کی نیلی آنکھوں میں حیرت کی ایک تیز لہر ابھری "سرن...؟اس وقت میں...لوگ سرن کو جانتے ہیں؟"

"ہمارا یہ دور اتنا بھی پسماندہ نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہی ہو،" ابراہیم نے جواب دیا۔ "کوانٹم فزکس کے بنیادی اصول ہمارے دور میں بھی وہی ہیں جو چند سال بعد ہوں گے۔ میں نے تمہارے اس دھاتی کڑے کے جلے ہوئے سرکٹس کا مائیکرو اسکین کیا ہے۔ فزکس کی رو سے مادی جسم کا وقت میں پیچھے سفر کرنا ایک ناممکن امر ہے، کیونکہ 'لا آف تھرموڈائنامکس' کے مطابق اینٹروپی (Entropy) کو ریورس نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن... اگر مادی ذرات کو توانائی کی لہروں میں تبدیل کر دیا جائے، تو ان کا لینیئر ڈسپلیسمنٹ (Linear Displacement) ممکن ہو جاتا ہے۔"

ابراہیم نے اپنے لیپ ٹاپ کا رخ اس کی طرف موڑ دیا، جہاں اس رات کا الیکٹرو میگنیٹک گراف چل رہا تھا۔ "جس رات تم یہاں آئیں، لاہور کے اس مخصوص اوزون زون پر زمین کی مقناطیسی فیلڈ (Geomagnetic Field) کے اندر ایک شدید تھرمل ڈسچارج ریکارڈ ہوا تھا۔ مستقبل میں تم نے کوئی لوہے کا باکس یا مینوئل مشین استعمال نہیں کی، بلکہ سرن کے اسی پارٹیکل ایکسلریٹر کے ذریعے تمہارے پورے اعصابی نظام، یادداشت اور شعور (Consciousness) کو ہائی فریکوئنسی لہروں میں تبدیل کر کے کوانٹم ٹیلی پورٹیشن (Quantum Teleportation) کے ذریعے وقت کے فیبرک میں چھوڑا گیا تھا۔ یہاں پہنچ کر ان لہروں نے دوبارہ مادی جسم (Biological Body) کی شکل اختیار کی، بالکل ویسے ہی جیسے کوانٹم فزکس کا بنیادی قانون کہتا ہے کہ مادہ اور توانائی ایک دوسرے کا متبادل ہیں (E=mc^2$$)"

Thra نے اسکرین پر چلتے ہوئے گراف کو دیکھا۔اس کے ہونٹ ہلکے سے کپکپائے۔اس کا وہ ہائی ٹیک فیوچر کا دماغ اب اس اکیسویں صدی کے نوجوان سائنسدان کی منطقی اور عقلی دلیل کے سامنے بالکل لاجواب ہو چکا تھا۔یہ کوئی سائنسی کہانی نہیں تھی،یہ خالص ریاضی اور طبیعیات کا وہ سچ تھا جو ان دونوں کو اس وقت آپس میں جوڑ رہا تھا۔

"تم...بہت...ذہین ہو،ابراہیم،"تھرا نے بہت دھیمے اور گہرے انسانی لہجے میں کہا،اور اس کی آواز میں پہلی بار ایک سچا خلوص جھلکا تھا۔"تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ہم نے انسان کو لہروں میں بدلنا سیکھ لیا تھا۔لیکن...اس سفر کا ایک نقصان ہوا ہے۔میرا یہ پرسنل کڑا،جو اس لہر کو کنٹرول کر رہا تھا،یہاں کے شدید تھرمل ڈسچارج کی وجہ سے بالکل جل چکا ہے۔اس کا مدر بورڈ پگھل چکا ہے۔"

ابراہیم نے آگے بڑھ کر اس کڑے کو اپنے ہاتھ میں لیا۔وہ مٹیریل نہ تو تانبا تھا اور نہ ہی عام پلاسٹک۔ وہ کسی دھاتی ریشے(Metallic Fiber)سے بنا ہوا مائیکرو اسمارٹ کمپیوٹر تھا جو اب بالکل سرد ہو چکا تھا۔

"میں اس کڑے کو دوبارہ چارج یا اس کے سرکٹس کو بائی پاس کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں،"

ابراہیم نے اس کے باریک ڈیزائن کو دیکھتے ہوئے کہا۔"ہمارے پاس لیبارٹری میں کچھ ایسے مینوئل سرکٹس اور تانبے کے باریک تار موجود ہیں جن کے ذریعے ہم اس کے نچلے حصے کو ایک عارضی بائیو

بیٹری(Bio-battery)سے جوڑ سکتے ہیں۔ اگر اس کے اندر موجود میموری چِپ کا ایک فیصد حصہ بھی متحرک ہو گیا، تو ہمیں تمہارے اس دور کا اصل ڈیٹا مل جائے گا۔"

"لیکن... خطرہ ہے،" تھرا نے باہر سڑک کی طرف اشارہ کیا، اس کے چہرے پر ایک سچی تشویش ابھری۔ "جب کوانٹم وور ٹیکس پیدا ہوا تھا، تو اس الیکٹرو میگنیٹک لہر کا ایک بڑا اثر (Residual Radiation) اس بنگلے کے گرد ہوا میں اب بھی معلق ہے۔ تمہاری دنیا کے جو لوگ... جو کمپنیاں یا حساس ادارے انرجی لہروں کی مانیٹرنگ کرتے ہیں، ان کے ریڈار پر یہ برقی جھٹکا ضرور شو ہوا ہو گا۔ وہ اس غیر معمولی سگنل کی کھوج میں یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔"

ابراہیم خاموش ہو گیا۔ ایک نیوکلیئر فزکس کے ماہر کی حیثیت سے وہ جانتا تھا کہ تھرا کی یہ بات سو فیصد منطقی تھی۔ اتنے بڑے برقی دھماکے کا سگنل شہر کے مانیٹرنگ سسٹم سے چھپ نہیں سکتا تھا۔ وہ اس لڑکی کو زیادہ دیر تک ڈیفنس کے اس کھلے اور عریض بنگلے میں نہیں رکھ سکتا تھا، کیونکہ یہاں کسی بھی وقت کوئی سرکاری تلاشی یا حساس اداروں کی مداخلت ان کے دروازے پر دستک دے سکتی تھی۔

"مطلب، ہمیں یہاں سے جلد ہی نکلنا ہو گا۔" ابراہیم نے کافی کا مگ ایک طرف رکھتے ہوئے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "لیکن جانے سے پہلے، میں تمہارے اس کڑے کو اپنی لیبارٹری کے مینوئل

سرکٹس کے ساتھ جوڑ کر اس کے ڈیٹا کا ایک آخری معائنہ کرنا چاہتا ہوں، تاکہ ہم جان سکیں کہ آنے والے وقت کا اصل سچ کیا ہے اور ہمیں کس قسم کے نیٹ ورک کا سامنا کرنا ہے۔"

وہ دونوں اٹھے اور پہلی منزل پر واقع اس سیمی کمرشل سائنسی لیبارٹری کی طرف بڑھے، بالکل بے خبر کہ باہر دھند کے اندر کچھ پوشیدہ سرگرمیاں بہت آہستہ آہستہ ان کے بنگلے کے گرد گھیرا تنگ کر رہی تھیں، شاید کچھ بدلنے والا تھا.........!

(جاری ہے)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

والسلام.

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842